سورۃ التحریم

آیاتہا ۱۲ — ۶۶ سورۃ التحریم مدنیۃ ۱۰۷ — رکوعاتہا ۲

تمام کے قول میں یہ سورت مدنی ہے، اس کی بارہ آیات ہیں۔ اسے سورۃ النبی بھی کہتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

"اے نبی (مکرم) آپ کیوں حرام کرتے ہیں اس چیز کو جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے، (کیا یوں) آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے"۔

اس میں پانچ مسائل ہیں:

آیت کریمہ کے نزول کا سبب

مسئلہ نمبر 1۔ **يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ** صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت زینب بنت جحش کے ہاں رکتے وہاں آپ ﷺ شہد نوش فرماتے (1)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اور حضرت حفصہ نے آپس میں اتفاق کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں تو وہ کہے: میں آپ سے مغافیر کی بو پاتی ہوں۔ آپ ﷺ نے مغافیر کھائے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ ان میں سے ایک کے پاس تشریف لے گئے تو اس زوجہ نے آپ ﷺ سے یہ بات کی۔ فرمایا: "میں نے تو حضرت زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے، میں دوبارہ ایسے نہ کروں گا" تو یہ آیات **اِنْ تَتُوْبَآ** تک نازل ہوئیں۔ **اِنْ تَتُوْبَآ** میں مراد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ **وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ** سے مراد ہے: میں نے شہد پیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حلوہ اور شہد پسند فرمایا کرتے تھے (2)۔ جب آپ ﷺ عصر کی نماز ادا فرما لیتے تو اپنی ازواج مطہرات کے ہاں تشریف لے جاتے۔ ان کے قریب ہوتے۔ آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے تو آپ اس سے زیادہ رک گئے جتنا آپ رکا کرتے تھے۔ میں نے آپ سے اس بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا: ان کی قوم کی ایک عورت نے شہد کی ایک کپی پیش کی ہے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو شہد پلایا ہے۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم ضرور حیلہ کریں گی۔ میں نے اس کا ذکر حضرت سودہ سے کیا اور میں نے

1۔ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، جلد 1، صفحہ 478
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 479

کہا: جب حضور ﷺ تیرے پاس تشریف لائیں۔ آپ ﷺ ضرور تیرے قریب تشریف لائیں گے تو آپ ﷺ سے عرض کرنا یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے مغافیر کھائے ہیں؟ آپ ﷺ فرمائیں گے: نہیں۔ تو عرض کرنا: یہ بو کیسی ہے؟ رسول اللہ ﷺ بو سے سخت نفرت کرتے۔ آپ ﷺ فرمائیں گے: حفصہ نے مجھے شہد کا شربت پلایا ہے۔ تو عرض کرنا: شہد کی مکھی نے عرفط کو چوسا ہوگا۔ میں بھی یہی بات عرض کروں گی، اے صفیہ! تو بھی یہ بات کرنا۔ جب رسول اللہ ﷺ حضرت سودہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! جو بات تو نے مجھے کہی تھی میں اسے اس وقت ہی کرنے والی تھی جبکہ آپ ﷺ دروازے پر تھے۔ یہ صرف تیری ملامت کے ڈر کی وجہ سے تھا (مگر میں نے نہ کی) جب رسول اللہ ﷺ قریب تشریف لائے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے مغافیر کھائے ہیں؟ فرمایا: ''نہیں''۔ عرض کی: یہ بو کیسی ہے؟ فرمایا: ''حفصہ نے مجھے شہد کا شربت پلایا ہے''۔ عرض کی: اس کی مکھی نے عرفط کو چوسا ہوگا۔ جب آپ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے تو میں نے بھی اسی کی مثل عرض کی۔ پھر آپ ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے بھی اسی کی مثل بات کی۔ جب رسول اللہ ﷺ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے۔ عرض کی: یا رسول اللہ! کیا میں آپ ﷺ کو شہد نہ پلاؤں؟ فرمایا: ''مجھے حاجت نہیں''۔ کہا: حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کہا کرتیں: سبحان اللہ! ہم نے آپ ﷺ کو اس سے روک دیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے حضرت سودہ کو کہا: چپ رہ۔ اس روایت میں ہے جس کے ہاں شہد پیا گیا وہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ پہلی روایت میں ہے وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں۔ ابن ابی ملیکہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے۔ وہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تھیں (1)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں؛ اسے اسباط نے سدی سے روایت نقل کی ہے۔ یہ عطا بن ابی مسلم نے روایت کی ہے۔ ابن عربی نے کہا: یہ سب جہالت ہے اور علم کے بغیر تصورات ہیں (2)۔ باقی عورتوں نے اس زوجہ سے حسد اور غیرت کی بنا پر کہا: ہم آپ ﷺ سے مغافیر کی بو پاتے ہیں۔ مغافیر سبزی ہے یا گوند ہے جس کی خوشبو بدل چکی ہو، اس میں مٹھاس ہوتی ہے۔ اس کی واحد مغفور ہے جرست یعنی اس نے کھایا۔ عرفط یہ ایک ایسی بوٹی ہے جس کی بو شراب کی بو جیسی ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ یہ پسند کرتے تھے کہ آپ سے عمدہ خوشبو پائی جائے یا آپ ﷺ اسے پائیں اور فرشتہ سے کلام کرنے کی وجہ سے بو کو ناپسند کرتے تھے؛ یہ ایک قول ہے۔

ایک دوسرا قول بھی ہے: مراد وہ عورت ہے جس نے اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ پر پیش کیا (3)۔ حضور ﷺ نے ازواج مطہرات کی وجہ سے اسے قبول نہ کیا؛ یہ حضرت ابن عباس اور عکرمہ کا قول ہے۔

تیسرا قول ہے: حضور ﷺ نے حضرت ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کیا تھا جو مقوقس، شاہ سکندریہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ بھیجی تھی۔ ابن اسحاق نے کہا: یہ انصنا ضلع کے ایک ایسے شہر سے تھی جسے حفن کہتے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں ان کے ساتھ حقوق زوجیت ادا کیے تھے۔ دار قطنی نے حضرت ابن عباس سے انہوں نے

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 39　2۔ احکام القرآن، جلد 4، صفحہ 1845　3۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 38

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے(1) کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ام ولد حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل کیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو ان کے پاس پایا جبکہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے والد کے گھر جانے کی وجہ سے اپنے گھر میں موجود نہ تھیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: آپ ﷺ ام ولد کو میرے گھر میں داخل کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی بیویوں میں سے صرف میرے ساتھ یہ سلوک اس لیے کیا ہے کیونکہ میں آپ پر کم مرتبہ محسوس ہوتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''یہ واقعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر نہ کرنا اگر میں اس حضرت ماریہ کے قریب جاؤں تو وہ مجھ پر حرام ہے''۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ ﷺ اسے اپنے اوپر کیسے حرام کرتے ہیں جبکہ وہ تو آپ ﷺ کی لونڈی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے سامنے قسم اٹھائی کہ وہ حضرت ماریہ کے قریب نہ جائیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے اسے ارشاد فرمایا: ''اس کا ذکر کسی سے بھی نہ کرنا''۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اس کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ حضور ﷺ نے قسم اٹھا دی کہ آپ ﷺ ایک ماہ تک اپنی ازواج کے ہاں تشریف نہیں لے جائیں گے۔ آپ ازواج مطہرات سے انتیس دن تک الگ تھلگ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

آیت کریمہ کے نزول کے اسباب میں سے قوی اور صحیح سبب

مسئلہ نمبر 2۔ ان اقوال میں سے زیادہ صحیح پہلا قول ہے۔ سب سے کمزور درمیانا ہے۔ ابن عربی نے کہا: سند میں ضعف اس لیے ہے کیونکہ اس کے راوی عادل نہیں (2)۔ معنی میں ضعف اس لیے ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا موہوبہ چیز کا رد کرنا یا اسے حرام قرار دینا نہیں کیونکہ جو چیز کسی کو ہبہ کی جائے اس کو رد کرنے سے وہ چیز اس پر حرام نہیں ہو جاتی۔ بے شک حقیقی حرمت تو حلت کے بعد ہوتی ہے۔ جہاں تک جو یہ روایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کیا تو یہ روایت سند کے اعتبار سے سب سے اچھی ہے اور معنی کے اعتبار سے واقعہ کے زیادہ قریب ہے لیکن صحیح میں مذکور نہیں۔ اسے مرسل روایت کیا گیا ہے۔

ابن وہب نے روایت کی ہے(3)، وہ امام مالک سے وہ حضرت زید بن اسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حضرت ابراہیم کی والدہ حضرت ماریہ کو اپنے اوپر حرام قرار دیا۔ فرمایا: ''تو مجھ پر حرام ہے۔ اللہ کی قسم! میں تیرے پاس نہیں آؤں گا''۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ اس کی مثل ابن قاسم نے روایت نقل کی ہے۔ اشہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ انصار سے تعلق رکھنے والی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے آپ سے تکرار کیا تو حضرت عمر اس سے کانپ گئے(4)۔ فرمایا: بیویاں تو اس طرح نہیں ہوتی تھیں۔ بیوی نے کہا: کیوں نہیں جبکہ نبی کریم ﷺ کی ازواج آپ ﷺ سے تکرار کرتی ہیں آپ نے اپنا کپڑا لیا اور حضرت حفصہ کی طرف نکلے پوچھا: کیا تو رسول اللہ ﷺ سے تکرار کرتی ہے؟ عرض کی: ہاں۔ اگر میں جانتی کہ آپ اسے ناپسند کرتے ہیں تو میں ایسا نہ کرتی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ فرمایا: حفصہ کی ناک خاک آلود ہو۔ صحیح

1۔ سنن دارقطنی، کتاب الطلاق، جلد 4، صفحہ 41   2۔ احکام القرآن، جلد 4، صفحہ 1845   3۔ ایضاً   4۔ ایضاً

یہ ہے کہ یہ واقعہ شہد کے بارے میں ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں پیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اس مسئلہ میں ایک دوسرے کی مدد کی تو واقعہ ہوا جو ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اٹھا دی کہ اسے نہ پئیں گے اور اسے مخفی رکھا۔ یہ آیت ان تمام کے بارے میں نازل ہوئی۔

مرد مطلقاً حرمت کا قول کرے تو اس کا اطلاق کس پر ہوگا؟

مسئلہ نمبر 3۔ لِمَ تُحَرِّمُ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا اور قسم نہ اٹھائی تو ہمارے نزدیک یہ قسم نہیں (1) مرد کا یہ قول: ھذا علی حرام بیوی کے سوا کسی چیز کو حرام نہیں کرتا۔ امام ابو حنیفہ نے کہا: جب اس نے اسے مطلق ذکر کیا تو اس کا اطلاق کھانے اور پینے والی چیزوں پر ہوگا، لباس پر نہیں ہوگا۔ یہ قسم ہوئی اور کفارہ کو واجب کرے گی۔ امام زفر نے کہا: یہ تمام چیزوں میں قسم ہوگی یہاں تک کہ حرکت وغیرہ میں بھی قسم ہوگی (2)۔

مخالف نے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کو حرام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کفارہ لازم ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ (التحریم: 2) اللہ تعالیٰ نے اسے قسم قرار دیا ہے، ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا (المائدہ: 87) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ (یونس) اللہ تعالیٰ نے حلال چیز کو حرام قرار دینے پر مذمت کی ہے اس پر کفارہ کو واجب قرار نہیں دیا۔ زجاج نے کہا: کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ اس چیز کو حرام قرار دے جسے اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان نہیں کہ کسی چیز کو حرام قرار دیں مگر اسے ہی حرام قرار دے سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہے جس نے اپنی بیوی یا لونڈی سے کہا: تو مجھ پر حرام ہے اور طلاق وظہار کی نیت نہ کی۔ یہ لفظ کفارہ یمین کو واجب کرے گا۔ اگر اس نے اس لفظ کے ساتھ بیویوں اور لونڈیوں کی ایک جماعت کو خطاب کیا تو اس پر ایک کفارہ ہوگا۔ اگر اس نے اپنی ذات پر کھانا یا کوئی اور چیز حرام کی تو امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک اس پر کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، امام ثوری اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک کفارہ واجب ہوگا۔

مرد کا اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام قرار دینا

مسئلہ نمبر 4۔ علماء نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے کہ ایک مرد اپنی بیوی کو کہتا ہے: تو مجھ پر حرام ہے۔ اس بارے میں اٹھارہ اقوال ہیں۔

اس پر کچھ بھی لازم نہیں

(۱) اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہوگا (3)؛ امام شعبی، مسروق، ربیعہ، ابو سلمہ اور اصبغ نے یہی کہا ہے۔ یہ ان کے نزدیک پانی اور کھانے کو حرام کرنے کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ

1۔ احکام القرآن، جلد 4، صفحہ 1846 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 1848

بیوی پاکیزہ چیزوں میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحَرِّمُوۡا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمۡ (المائدہ: 87) وَ لَا تَقُوۡلُوۡا لِمَا تَصِفُ اَلۡسِنَتُکُمُ الۡکَذِبَ ہٰذَا حَلٰلٌ وَّ ہٰذَا حَرَامٌ (النحل: 116) جسے اللہ تعالیٰ حرام قرار نہ دے کسی کو حق حاصل نہیں کہ وہ اسے حرام قرار دے، نہ اس بندے کے حرام قرار دینے سے وہ حرام ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت نہیں کہ آپ نے فرمایا ہو ما أحله الله هو علی حرام اللہ تعالیٰ نے جو چیز مجھ پر حلال کی ہے وہ مجھ پر حرام ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ماریہ سے رک گئے اس قسم کی وجہ سے جو آپ سے واقع ہوئی۔ وہ یہ تھی واللہ لا أقربها بعد اليوم آج کے بعد میں اس کے قریب نہیں جاؤں گا۔ آپ سے فرمایا گیا: اللہ تعالیٰ نے جو چیز آپ کے لیے حلال کی ہے اس سے قسم کی وجہ سے کیوں رکتے ہیں۔ یعنی اس کے پاس جائیے اور کفارہ ادا کیجئے۔

(۲) یہ قسم ہے وہ کفارہ ادا کرے؛ یہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اور امام اوزاعی کا نقطہ نظر ہے۔ آیت کا مقتضا بھی یہی ہے۔ سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: جب کوئی آدمی اپنی بیوی اپنے اوپر حرام کرے تو یہ قسم ہوگی وہ کفارہ ادا کرے (1)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ (الاحزاب: 21) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لونڈی کو اپنے اوپر حرام کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ۚ تَبۡتَغِیۡ مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِکَ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝ قَدۡ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمۡ تَحِلَّۃَ اَیۡمَانِکُمۡ آپ نے اپنی قسم کا کفارہ دیا اور حرام کو قسم بنا دیا۔ دارقطنی نے اس کی تخریج کی ہے۔

اس میں کفارہ واجب ہوگا، یہ قسم نہیں

(۳) اس میں کفارہ واجب ہوگا (2)؛ یہ قسم نہ ہوگی؛ یہ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔ دو روایتوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔ امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک یہ ہے۔ اس قول میں نظر و فکر کی گنجائش ہے۔ آیت اس کا رد کرتی ہے۔

یہ ظہار ہے اس میں کفارہ نہیں

(۴) یہ ظہار ہے اس میں کفارہ ظہار ہے (3)؛ یہ حضرت عثمان غنی، امام احمد بن حنبل اور اسحاق کا نقطہ نظر ہے۔

مرد کی نیت کو دیکھا جائے گا

(۵) اگر اس نے یہ قول کر کے ظہار کی نیت کی (4)، وہ یہ نیت کرتا ہے وہ حرام ہے جس طرح اس کی ماں کی پیٹھ حرام ہے تو یہ ظہار ہوگا۔ اگر طلاق کے بغیر اس کی ذات کو اپنے اوپر حرام مطلق کیا تو کفارہ یمین واجب ہوگا۔ اگر کسی چیز کی نیت نہ کی تو اس پر کفارہ یمین ہوگا؛ یہ امام شافعی کا قول ہے۔

1۔ سنن دارقطنی، کتاب الطلاق، جلد 4، صفحہ 41
2۔ احکام القرآن، جلد 4، صفحہ 1848-1847
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً

یہ طلاق رجعی ہے

(۶) یہ طلاق رجعی ہے (1)؛ یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، زہری، عبد العزیز بن ابی سلمہ اور ابن ماجشون کا قول ہے۔

یہ طلاق بائنہ ہے

(۷) یہ طلاق بائنہ ہے (2)؛ یہ حماد بن ابی سلیمان اور حضرت زید بن ثابت کا قول ہے۔ اسے ابن خویز منداد نے امام مالک سے نقل کیا ہے۔

یہ طلاق مغلظہ ہے

(۸) یہ تین طلاقیں ہیں (3)؛ یہ حضرت علی بن ابی طالب، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔

مدخول بہا اور غیر مدخول بہا کے بارے میں حکم مختلف ہے

(۹) جس بیوی کے ساتھ حقوق زوجیت ادا کیے ہوتے ہوں اس کو تین طلاقیں ہو جائیں گی (4) اور جس کے ساتھ حقوق زوجیت ادا نہیں کیے۔ اس میں نیت کرے گا؛ یہ حضرت حسن بصری علی بن زید اور حکم کا قول ہے۔ یہ امام مالک کا مشہور مذہب ہے۔

ہر حال میں یہ طلاق مغلظہ ہے

(۱۰) یہ تین طلاقیں ہوں گی کسی حال میں بھی نیت نہ کرے اور کسی محل میں نیت نہ کرے (5)۔ اگرچہ اس نے حقوق زوجیت ادا نہ کیے ہوں؛ یہ عبد الملک کا قول ہے جو مبسوط میں ہے۔ ابن ابی لیلی نے یہی کہا ہے۔

مدخول بہا کو تین جب کہ غیر مدخول بہا کو ایک طلاق ہوگی

(۱۱) جس سے دخول نہیں کیا اس میں ایک طلاق ہے (6) اور جس کے ساتھ دخول کیا ہوا ہے اس کو تین طلاقیں ہیں؛ یہ ابو مصعب اور محمد بن عبد الحکم کا قول ہے۔

احناف کا نقطۂ نظر

(۱۲) اگر اس نے طلاق کی نیت کی یا ظہار کی نیت کی تو وہ واقع ہوگا جو اس نے نیت کی (7)۔ اگر طلاق کی نیت کی تو ایک بائنہ ہوگی مگر اس صورت میں تین واقع ہو جائیں گی جب وہ تین کی نیت کرے۔ اگر دو کی نیت کرے تو ایک واقع ہوگی۔ اگر کوئی نیت نہ کی تو وہ قسم ہوگی۔ مرد اپنی بیوی سے ایلاء کرنے والا ہوگا۔ یہ امام ابو حنیفہ اور اس کے اصحاب کا نقطۂ نظر ہے۔ اس کی مثل امام زفر کا قول ہے مگر فرمایا: جب وہ دو کی نیت کرے تو ہم اسے لازم کر دیں گے۔

ابن قاسم کا نقطۂ نظر

(۱۳) ظہار کی نیت اسے کوئی نفع نہ دے گی (8)۔ یہ طلاق ہوگی؛ یہ ابن قاسم کا قول ہے۔

1۔ احکام القرآن، جلد 4، صفحہ 1848-1847 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً 5۔ ایضاً 6۔ ایضاً 7۔ ایضاً 8۔ ایضاً

یحییٰ بن عمر کا نقطہ نظر

(۱۴) یحییٰ بن عمر نے کہا: یہ طلاق ہوگی (1)۔ اگر اس نے بیوی کی طرف رجوع کیا تو اس کے لیے وطی کرنا جائز نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ کفارہ ظہار ادا کرے۔

امام شافعی کا نقطہ نظر

(۱۵) اگر طلاق کی نیت کرے تو جتنی تعداد کا ارادہ کیا (2)، اگر ایک کی نیت کی تو ایک طلاق رجعی ہوگی؛ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ اس کی مثل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ و تابعین کا قول ہے۔

سفیان ثوری کا نقطہ نظر

(۱۶) اگر یہ لفظ بول کر تین کی نیت کی تو تین ہو جائیں گی، اگر ایک کی نیت کی تو ایک ہو جائے گی، اگر قسم کی نیت کی تو یہ قسم ہوگی، اگر کسی چیز کی نیت نہ کی تو کوئی چیز لازم نہ ہوگی؛ یہ سفیان کا قول ہے۔ اسی کی مثل امام اوزاعی اور ابوثور کا قول ہے مگر دونوں نے کہا: اگر کچھ بھی نیت نہ کی تو ایک طلاق ہوگی۔

ابن شہاب اور ابن عربی کا نقطہ نظر

(۱۷) اس کی نیت کا اعتبار ہوگا (3)۔ ایک سے کم نہیں ہو سکتی؛ یہ ابن شہاب کا قول ہے۔ اگر کچھ بھی نیت نہ کی تو کوئی چیز لازم نہ ہوگی؛ یہ ابن عربی کا قول ہے۔ میں نے سعید بن جبیر کا بھی یہی قول دیکھا ہے۔

اس پر غلام کو آزاد کرنا لازم ہے

(۱۸) اس پر ایک غلام آزاد کرنا لازم ہے اگرچہ وہ اسے ظہار نہ بنائے۔ میں اس کی کوئی توجیہ نہیں جانتا۔ میرے پاس جو مقالات ہیں ان میں یہ متعدد نہ ہوں گے۔

میں کہتا ہوں: دارقطنی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی (4) کہ حسین بن اسماعیل، محمد بن منصور سے وہ روح سے وہ سفیان ثوری سے وہ سالم افطس سے وہ سعید بن جبیر سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا۔ عرض کی: میں نے اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے۔ فرمایا: تو نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ تجھ پر حرام نہیں۔ پھر اس آیت کی تلاوت کی۔ تجھ پر سب سے بھاری کفارہ ہے، وہ غلام آزاد کرنا ہے۔ مفسرین میں سے ایک جماعت نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قسم کا کفارہ ایک غلام کو آزاد کر کے ادا کیا اور حضرت ماریہ کی طرف لوٹے؛ یہ زید بن اسلم اور دوسرے لوگوں کا قول ہے۔

اس مسئلہ میں پائے جانے والے اختلاف کی وجہ

مسئلہ نمبر 5۔ ہمارے علماء نے کہا: اس باب میں اختلاف کا سبب یہ ہے کہ نہ کتاب اللہ میں اور نہ سنت رسول اللہ

1۔ احکام القرآن، جلد 4، صفحہ 1848-1847 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ سنن دارقطنی، کتاب الطلاق، جلد 4، صفحہ 43

میں کوئی نص یا ظاہر، صحیح ہے جس پر اس مسئلہ میں اعتماد کیا جاسکے۔ اس وجہ سے علماء نے اس بارے میں اپنی اپنی رائے قائم کی۔ جس نے برأت اصلیہ سے تمسک کیا، اس نے کہا: کوئی حکم نہیں، اس سے کوئی چیز لازم نہیں ہوگی۔ جس نے کہا: یہ قسم ہے! اس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اسے قسم کا نام دیا ہے۔ جس نے کہا: اس میں کفارہ واجب ہوگا اور یہ قسم نہیں اس کی بنیاد دو امروں میں سے ایک امر ہے۔ (۱) اس نے گمان کیا: اللہ تعالیٰ نے اس میں کفارہ واجب کیا ہے، اگرچہ یہ قسم نہیں۔ (۲) ان کے نزدیک یمین کا معنی حرام کرنا ہے تو کفارہ معنی کے اعتبار سے واقع ہوا۔ جس نے کہا: یہ طلاق رجعی ہے اس نے لفظ کو اقل وجوہ پر محمول کیا ہے۔ طلاق رجعی بھی وطی کو حرام کرتی ہے تو لفظ کو اسی پر محمول کیا جائے گا۔ یہ امام مالک کو لازم ہوگا کیونکہ آپ فرماتے ہیں: طلاق رجعی وطی کو حرام کر دیتی ہے۔ اسی طرح جس نے کہا: یہ تین طلاقیں ہیں اس کی توجیہ یہ ہے کہ اس نے اسے سب سے غلیظ صورت پر محمول کیا۔ وہ تین طلاقیں ہیں۔ جس نے کہا: یہ ظہار ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تحریم کے درجات میں سے سب سے کم درجہ کی تحریم ہے کیونکہ یہ ایسی تحریم ہے جو نکاح کو ختم نہیں کرتی۔ جس نے کہا: یہ طلاق بائنہ ہے، اس نے اس پر اعتماد کیا کہ طلاق رجعی مطلقہ کو حرام نہیں کرتی اور طلاق بائنہ اسے حرام کرتی ہے۔ جہاں تک یحییٰ بن عمر کے قول کا تعلق ہے انہوں نے اس میں احتیاط کی ہے کہ اسے طلاق بنائیں جب وہ اس سے رجوع کرے تو اس میں احتیاط کی کہ کفارہ لازم کریں۔ ابن عربی نے کہا: یہ صحیح نہیں کیونکہ یہ تو دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے کیونکہ ایک لفظ کے معنی میں ظہار اور طلاق جمع نہیں ہو سکتے تو جس کا اجتماع دلیل میں صحیح نہیں اس میں احتیاط کی کوئی وجہ نہیں۔

جس نے کہا: جس کے ساتھ حقوق زوجیت ادا نہیں کیے گئے اس میں نیت کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ ایک طلاق اسے جدا کر دیتی ہے اور شرعاً اسے حرام کر دیتی ہے؛ یہی اجماع ہے۔ اسی طرح کہا: جس نے نیت کا اعتبار کرتے ہوئے کوئی حکم نہ لگایا۔ دخول سے پہلے ایک طلاق بھی حرمت ثابت کرتی ہے یہی اجماع ہے کہ اقل، جس پر سب کا اتفاق ہے اس کو اپنا لینا کافی ہے۔ جس نے کہا: دونوں میں یہ تین طلاقیں ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے حکم اعظم کو لیا ہے کیونکہ اگر وہ تین کی تصریح کر دیتا تو جس کے ساتھ حقوق زوجیت ادا نہیں کیے گئے اس میں بھی یہ تینوں نافذ ہو جاتیں جس طرح اس میں نافذ ہو جاتی ہیں جس کے ساتھ حقوق زوجیت ادا کیے ہیں۔ ضروری ہے کہ معنی اسی کی مثل ہو، وہ تحریم ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ یہ سب بیوی کے بارے میں ہے۔ جہاں تک لونڈی کا تعلق ہے تو ان میں سے کوئی چیز لازم نہ ہوگی مگر امام مالک کے نزدیک جب وہ آزادی کی نیت کرے۔ عام علماء اس طرف گئے ہیں کہ اس پر کفارہ یمین ہوگا۔ ابن عربی نے کہا: صحیح یہ ہے کہ یہ ایک طلاق ہے کیونکہ اگر وہ طلاق کا ذکر کرتا تو یہ کم سے کم ہی واقع ہوتی وہ ایک ہی ہے مگر اس صورت میں کہ اسے متعدد ذکر کرے (1)۔ اسی طرح جب تحریم کا ذکر کیا تو کم سے کم واقع ہوگی مگر جب وہ اکثر کا ذکر کرے، جس طرح وہ کہے: أنت علی حرام الا بعد زوج یہ مراد پر نص ہے۔

میں کہتا ہوں: اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت حضرت حفصہ کے بارے میں نازل ہوئی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

1۔ احکام القرآن، جلد 4، صفحہ 1850

نے اپنی لونڈی کے ساتھ خلوت کی ; ثعلبی نے اس کا ذکر کیا۔ اس تعبیر کی بنا پر گویا فرمایا: جو آپ نے اپنی ذات پر حرام کیا ہے وہ آپ پر حرام نہیں بلکہ آپ پر اس کا کفارہ ہے اگرچہ یہ شہد اور لونڈی کی حرمت کے بارے میں بھی ہے۔ گویا فرمایا: جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا ہے وہ آپ پر حرام نہیں بلکہ آپ نے تحریم کو یمین کے ساتھ ملا دیا ہے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کیجئے ; یہ قول صحیح ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حرام کیا، پھر قسم اٹھائی۔ جس طرح دارقطنی نے ذکر کیا (1)۔ امام بخاری نے اس کا معنی شہد کے قصہ میں بیان کیا (2) جو عبید بن عمیر سے مروی ہے وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش کے ہاں شہد نوش فرماتے اور ان کے ہاں ٹھہرتے۔ میں نے اور حضرت حفصہ نے آپس میں مشاورت کی کہ ہم میں سے جس کے ہاں بھی رسول اللہ تشریف لائیں تو وہ کہے: آپ نے مغافیر کھائے ہیں؟ میں آپ سے مغافیر کی بو سی محسوس کرتی ہوں۔ فرمایا: ''نہیں میں نے تو شہد پیا ہے میں دوبارہ ایسا نہ کروں گا۔ میں نے قسم اٹھا دی ہے اس بارے میں کسی کو بھی نہ بتانا''۔ مقصد اپنی ازواج کی خوشنودی تھی۔ ولن اعود له یہ تحریم کی صورت میں تھا اور حلفت مراد بالله ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر عتاب کا حکم نازل کیا اور اپنے ارشاد: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ سے کفارہ یمین لازم کیا۔

تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ آپ یہ اس لیے کرتے ہیں تا کہ ازواج کی رضا حاصل کریں۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝ جس امر نے معاتبہ کو واجب کیا اس کو بخشنے والا ہے اور مواخذہ کو ختم کر کے رحم فرمانے والا ہے۔ ایک قول یہ کیا جاتا ہے: یہ گناہ صغیرہ ہے۔ صحیح یہ ہے یہ ترک اولیٰ پر معاتبہ ہے اور آپ کا صغیرہ اور کبیرہ گناہ نہیں۔

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ۝

''بے شک اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے تمہارے لیے تمہاری قسموں کی گرہ کھولنے کا طریقہ (یعنی کفارہ) اور اللہ تعالیٰ ہی تمہارا کارساز ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا بہت بڑا دانا ہے''۔

اس میں تین مسائل ہیں:

قسم کی تحلیل کفارہ ہے

مسئلہ نمبر 1۔ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ یمین کی تحلیل کفارہ ہے یعنی جب تم نے جس امر کے بارے میں قسم اٹھائی ہے اس کو مباح کرنے کو پسند کرو تو کفارہ ہی اس کی تحلیل (ختم کرنے والا) بن سکتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِیْنَ (المائدہ: 89) اس سے یہ چیز حاصل ہوتی ہے جس نے ماکول یا مشروب میں سے کسی چیز کو حرام کیا۔ ہمارے نزدیک وہ چیز اس پر حرام نہ ہوگی کیونکہ کفارہ، قسم کے لیے ہوتا ہے تحریم کے لیے نہیں ہوتا جیسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ امام ابوحنیفہ ہر حال میں اسے قسم خیال کرتے ہیں اور اس میں مقصود، انتفاع کا اعتبار کرتے ہیں جس کو وہ حرام قرار دیتے ہیں۔ جب اس نے کھانے کو حرام قرار دیا تو اس نے اس کے کھانے کے بارے میں قسم اٹھائی۔ جب لونڈی کو

1۔ سنن دارقطنی، کتاب الطلاق، جلد 4، صفحہ 41 2۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 729

حرام کیا تو اس نے اس کے ساتھ وطی کے بارے میں قسم اٹھائی، بیوی کو حرام کیا تو اس سے ایلاء کیا جب اس کی کوئی نیت نہ ہو۔ اگر ظہار کی نیت کی تو ظہار ہوگا۔ اگر طلاق کی نیت کی تو طلاق بائنہ ہوگی۔ اس طرح اگر اس نے دو یا تین طلاقوں کی نیت کی۔ اگر اس نے کہا: میں نے جھوٹ کی نیت کی ہے، تو دیانۃً اس کی تصدیق کی جائے گی۔ قضاءً اس کی تصدیق نہ کی جائے گی کہ ایلاء کو باطل کیا جائے۔ اگر اس نے کہا: ہر حلال چیز اس پر حرام ہے تو مراد کھانا اور مشروب ہوگا جب وہ نیت نہ کرے بصورت دیگر جس کی وہ نیت کرے۔ امام شافعی اسے قسم شمار نہیں کرتے لیکن عورتوں میں صرف ایک کفارہ کا سبب مانتے ہیں۔ اگر طلاق کی نیت کی تو یہ ان کے نزدیک طلاق رجعی ہوگی جس طرح پہلے وضاحت گزر چکی ہے۔ اگر قسم اٹھائی کہ وہ اسے نہیں کھائے گا، وہ حانث ہو جائے گا اور کفارہ ادا کرنے سے قسم سے فارغ ہو جائے گا۔

لونڈی یا بیوی کو اپنے اوپر حرام کرنے کی صورت میں کفارہ کا لزوم

مسئلہ نمبر 2۔ اگر اس نے اپنی لونڈی یا اپنی بیوی کو حرام کیا تو اس پر کفارہ یمین لازم ہوگا جس طرح صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جب ایک آدمی نے اپنے اوپر اپنی بیوی کو حرام کر لیا تو یہ قسم ہے اس کا کفارہ ادا کرے (1)۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: 21)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کفارہ کی ادائیگی میں پایا جانے والا اختلاف

مسئلہ نمبر 3۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا۔ حضرت حسن بصری سے مروی ہے: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفارہ ادا نہیں کیا (2) کیونکہ آپ کی شان ہے: قد غفر لہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر، اس سورت میں کفارہ یمین کا حکم امت کو دیا گیا ہے جبکہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے پھر امت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا کرتی ہے۔ ہم پہلے حضرت زید بن اسلم سے روایت نقل کر چکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلام آزاد کر کے کفارہ ادا کیا۔ مقاتل سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ماریہ کو جو اپنے اوپر حرام کیا تھا، اس سلسلہ میں ایک غلام کو آزاد کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ نے لونڈی کو تم پر حلال کیا ہے اس کی وضاحت اس ارشاد میں ہے: مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ (الاحزاب: 38) یعنی حلال عورتوں میں سے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مشروع کیں یعنی تمہارے لیے ملک یمین (لونڈی) کو حلال کیا تو تم ماریہ کو اپنی ذات پر کیوں حرام کرتے ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسے تم پر حلال کیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: تحلۃ الیمین سے مراد استثناء کرنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے استثناء کو مقدر کیا ہے جس کو یمین سے خارج کر دیا گیا ہے۔ پھر ایک قوم کے نزدیک قسم سے استثناء جائز ہے جب وہ چاہے اگرچہ ایک عدت درمیان میں حائل ہو چکی ہو۔ اکثر علماء کے نزدیک متصل ہی جائز ہے۔ گویا فرمایا: جن امور کے بارے میں قسم اٹھائی ہے اس میں استثناء کر لو۔ قسم کو کفارہ کے ساتھ ہی ختم کیا جا سکتا ہے۔ یہ لفظ اصل میں تحللۃ ہے اس میں ادغام کر دیا گیا ہے۔ تفعلۃ یہ باب تفعیل کا مصدر ہے۔

1۔ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، وجوب الکفارۃ علی من حرم امرأتہ، جلد 1، صفحہ 478

2۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 174

ایک قول یہ کیا گیا ہے: تحلة یہ کفارہ ہے۔ قسم اٹھانے والے نے جسے اپنے اوپر حرام کیا تھا کفارہ اسے قسم اٹھانے والے پر حلال کر دے گا۔ جب اس نے کفارہ ادا کر دیا تو وہ اس طرح ہو جائے گا گویا اس نے قسم اٹھائی ہی نہیں تھی۔ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے جس چیز کو تم اپنے اوپر حرام کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے ممنوعیت کو زائل فرماتا ہے اور کفارہ کے ذریعے قسموں کو ختم کر کے تمہارے لیے رخصت پیدا فرماتا ہے اور جو تم کفارہ ادا کرتے ہو اس پر تمہیں ثواب عطا فرماتا ہے۔

وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝

''اور (یہ واقعہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے) جب نبی کریم ﷺ نے رازداری سے اپنی ایک بیوی کو ایک بات بتائی پھر جب اس نے (دوسری) کو راز بتایا (تو) اللہ نے آپ کو اس پر آگاہ کر دیا، آپ نے (اس بیوی کو) کچھ بتا دیا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی، پس جب آپ نے اس کو اس پر آگاہ کیا تو اس نے پوچھا: کس نے آپ کو اس کی خبر دی ہے؟ فرمایا: مجھے اس نے آگاہ کیا جو علیم و خبیر ہے''۔

وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا یاد کیجئے جب نبی کریم ﷺ نے حضرت حفصہ کو راز کی ایک بات بتائی یعنی یہ کہ آپ ﷺ نے حضرت ماریہ کو اپنے اوپر حرام کیا اور حضرت حفصہ سے مطالبہ کیا کہ اس بات کو راز میں رکھے۔ کلبی نے کہا: نبی کریم ﷺ نے حضرت حفصہ سے یہ سرگوشی کی تھی (1) کہ'' تیرا والد اور عائشہ کا والد میرے بعد میری امت پر میرے خلیفہ ہوں گے''۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ کہا: نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد خلافت کا ذکر حضرت حفصہ سے کیا تو حضرت حفصہ نے اس کا ذکر کیا (2)۔ دار قطنی اپنی سنن میں کلبی سے وہ ابو صالح سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ کی تفسیر میں روایت نقل کرتے ہیں، حضرت حفصہ اچانک نبی کریم ﷺ کے پاس آگئیں جبکہ نبی کریم ﷺ ام ابراہیم حضرت ماریہ کے پاس موجود تھے۔ فرمایا: ''عائشہ کو نہ بتانا''۔ اسے فرمایا: ''تیرا والد اور اس کا والد عنقریب میرے بعد حاکم بنیں گے یا والی بنیں گے۔ عائشہ کو یہ نہ بتانا''۔ حضرت حفصہ گئیں اور حضرت عائشہ کو بتا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امر سے آپ ﷺ کو آگاہ کر دیا۔ بعض باتوں کو واضح کر دیا اور بعض سے اعراض کیا۔ اس قول سے اعراض کیا: '' تیرا باپ اور اس کا باپ میرے بعد والی ہوں گے''۔ لوگوں میں اس بات کے عام ہونے کو رسول اللہ ﷺ نے ناپسند کیا۔ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ جب حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ کو بتایا کیونکہ ان میں دوستی تھی اور دوسری ازواج مطہرات کے خلاف ایک دوسری کی مددگار تھیں۔ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطلاع فرما دی (3) کہ حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ کو بتا دیا ہے۔ طلحہ بن مصرف نے پڑھا ہے فَلَمَّا نَبَّاَتْ یہ دونوں لغتیں ہیں۔ انبأ، نبأ۔ عَرَّفَ

1۔ معالم التنزیل، جلد 6، صفحہ 410 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ کا معنی ہے حضرت حفصہ کو کچھ وہ باتیں بتادیں جو آپ کی طرف وحی کی گئی تھیں اور کچھ سے چشم پوشی کی، مقصد اپنی کرامت و شرافت کا اظہار تھا؛ یہ سدی کا قول ہے۔ حضرت حسن بصری نے کہا: کریم آدمی کبھی بھی انتہا کو نہیں پہنچتا (1)۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ۔ مقاتل نے کہا: حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے جو باتیں کیں ان میں سے بعض کا ذکر کیا۔ وہ ام ولد کی بات تھی اور بعض کے بارے میں نہ بتایا۔ وہ حضرت حفصہ کا حضرت عائشہ کے لیے یہ قول تھا: حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد والی بنیں گے۔ عام قرات عرّف ہے۔ اس کا معنی وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ ابو عبید اور ابو حاتم نے اسے ہی پسند کیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے: وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ یعنی اسے بعض چیزوں کے بارے میں آگاہ نہ کیا۔ اگر یہ مخفف ہوتا تو اس کے ضد میں فرماتا وانکر بعضا حضرت علی، حضرت طلحہ بن مصرف، حضرت ابو عبدالرحمن سلمی، حضرت حسن بصری، قتادہ، کلبی، کسائی اور اعمش نے ابوبکر سے یہ قول نقل کیا ہے عرف بعض جب تخفیف کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہوگا اس بارے میں ناراض ہوئے اور اس کو سزا دی۔ یہ تیرے اس قول کی طرح ہے جو تو اس آدمی کو کہتا ہے جو تیرے ساتھ بدمعاملگی کرتا ہے: لاعرفن لك ما فعلت یعنی جو تو نے کیا ہے میں اس پر تجھے سزا دوں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو یہ سزا دی کہ اسے ایک طلاق دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر آل خطاب میں کوئی بھلائی ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے طلاق نہ دیتے۔ حضرت جبرئیل امین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حفصہ سے رجوع کرنے کو کہا اور سفارش بھی کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک ازواج سے الگ تھلگ رہے اور حضرت ماریہ جو حضرت ابراہیم کی والدہ تھیں ان کے بالا خانے میں مقیم رہے یہاں تک کہ آیت تحریم نازل ہوئی جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے طلاق دینے کا ارادہ کیا تو جبرئیل امین نے عرض کی: اسے طلاق نہ دیجئے کیونکہ وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والی اور قیام کرنے والی ہے۔ جنت میں یہ آپ کی بیویوں میں سے ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے طلاق نہ دی۔

فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو اس چیز سے آگاہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر کیا تھا۔ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا یا رسول اللہ! کس نے آپ کو اس بارے میں آگاہ کیا؟ حضرت حفصہ نے گمان کیا تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے آپ کو خبر دی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ مجھے اس علیم وخبیر نے بتایا ہے جس پر کوئی چیز مخفی نہیں۔ هٰذَا، اَنْۢبَاَ کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔ پہلا نبّأ یہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہے اور دوسرا انبأ ایک مفعول کی طرف متعدی ہے کیونکہ نبّأ اور انبأ جب مبتدا اور خبر پر داخل نہ ہوں تو یہ جائز ہوگا کہ ایک مفعول اور دو مفعول کافی ہوں۔ جب یہ مبتدا اور خبر پر داخل ہوں تو ان میں سے ہر ایک تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوگا۔ دو مفعولوں پر اکتفا تیسرے کو چھوڑ کر کافی نہ ہوگا کیونکہ تیسرا مفعول حقیقت میں مبتدا کی خبر ہوتا ہے اس کے بغیر اقتصار درست نہیں جس طرح خبر کے بغیر مبتدا پر اقتصار کرنا درست نہیں۔

1۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 174

اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ ۝

"اگر تم دونوں اللہ کے حضور توبہ کرو اور تمہارے دل بھی (توبہ کی طرف) مائل ہو چکے ہیں (تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے) اگر تم نے ایکا کر لیا آپ کے مقابلہ میں تو (خوب جان لو) کہ اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار ہے، جبرئیل اور نیک بخت مومنین بھی آپ کے مددگار ہیں اور ان کے علاوہ سارے فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں"۔

اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ مراد حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ صدیقہ ہیں۔ ان دونوں کو توبہ پر برانگیختہ کیا کیونکہ ان سے ایسا امر واقع ہوا جو رسول اللہ ﷺ کی محبت کے خلاف میلان رکھتا تھا۔ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا یعنی تمہارے دل حق سے پھر گئے (1)۔ یہ امر تھا کہ دونوں نے اس بات کو پسند کیا کہ وہ چیز پسند کریں جسے نبی کریم ﷺ نے ناپسند کیا تھا جیسے لونڈی سے اجتناب کرنا اور شہد سے اجتناب کرنا جبکہ نبی کریم ﷺ شہد اور عورتوں سے محبت رکھتے تھے۔ ابن زید نے کہا: دونوں کے دل اس طرف مائل ہوئے کہ انہیں اس چیز نے خوش کیا کہ آپ ﷺ ام ولد سے رک جائیں تو انہیں اس چیز نے خوش کیا جسے نبی کریم ﷺ نے پسند کیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ان دونوں کے دل توبہ کی طرف مائل ہوئے۔ فرمایا: فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا یہ نہیں فرمایا فقد صغی قلبا کما۔ عربوں کا معمول ہے جب وہ تثنیہ ذکر کرتے ہیں تو ایک کو جمع لاتے ہیں کیونکہ یہ اشکال کا باعث نہیں ہوتا۔ یہ بحث سورۂ مائدہ آیت 38 میں اللہ تعالیٰ کے فرمان فَاقْطَعُوْۤا اَیْدِیَهُمَا میں گزر چکی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: جب بھی تثنیہ کے ساتھ اضافت واقع ہو تو وہاں جمع کے ساتھ وضاحت کرنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ یہ زیادہ باوقار اور تخفیف کا باعث ہے۔ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا یہ جزائے شرط نہیں کیونکہ صغو (میلان) پہلے ہو چکا تھا۔ جواب شرط محذوف ہے۔ حذف کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہر کسی کو معلوم ہے یعنی اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لیے یہ بہتر ہوتا کیونکہ تمہارے دل حق سے مائل ہو چکے تھے۔

وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ یعنی تم معصیت اور ایذا کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے خلاف باہم معاونت کرو۔ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے (2): میں ایک سال تک رکا رہا جبکہ میں ارادہ رکھتا تھا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کے بارے پوچھوں۔ آپ کی ہیبت کی وجہ سے نہ پوچھ سکا یہاں تک کہ آپ حج کے لیے روانہ ہوئے تو میں بھی حج کے لیے روانہ ہوا۔ جب آپ واپس لوٹے تو ہم ایک راستہ پر تھے آپ اپنی ضرورت کے لیے ایک درخت کی طرف ہو لیے۔ میں رک گیا یہاں تک کہ آپ فارغ ہو گئے۔ پھر میں آپ کے ساتھ چل پڑا۔ میں نے عرض کی: اے امیر المومنین! وہ دو بیویاں کون سی تھیں جنہوں نے رسول اللہ کے معاملہ میں باہم ایک دوسرے کی مدد کی تھی؟ فرمایا: وہ حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ تھیں۔ میں نے عرض کی: اللہ کی قسم! میں ایک سال سے آپ سے یہ پوچھنا چاہتا تھا آپ کی ہیبت کی وجہ سے پوچھ نہ

1۔ معالم التنزیل، جلد 6، صفحہ 411

2۔ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، بیان ان تخییر امرأتہ لا یکون طلاقاً الا بالنیۃ، جلد 1، صفحہ 481

سکا۔ فرمایا: ایسا نہ کیا کر، تجھے جو گمان ہو کہ میرے پاس علم ہے تو مجھ سے پوچھ لے۔ اگر مجھے علم ہوا تو میں تجھے بتا دوں گا۔

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ اللہ آپ کا ولی اور مددگار ہے ان کا باہمی تعاون آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ عکرمہ اور سعید بن جبیر نے کہا: صالح المومنین سے مراد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق تھے کیونکہ حضرت ابوبکر حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت عمر حضرت حفصہ کے والد تھے۔ دونوں ان دونوں کے خلاف رسول اللہ ﷺ کے مددگار رہتے تھے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد نیک مومن ہیں۔ صالح اسم جنس ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙ (العصر)؛ یہ طبری کا قول ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ سے مراد انبیاء ہیں؛ یہ علاء بن زید، قتادہ اور سفیان کا قول ہے۔ ابن زید نے کہا: مراد ملائکہ ہیں۔ سدی نے کہا: مراد حضرت محمد ﷺ کے صحابہ ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ اصل میں واحد کا صیغہ نہیں۔ اصل میں صالحوا المُؤْمِنِيْنَ تھا۔ صالحین کو مومنین کی طرف مضاف کیا اسے واؤ جمع کے بغیر لکھا گیا کیونکہ اس صورت میں واحد اور جمع کا صیغہ ایک ہے جس طرح مصحف میں ایسی اشیاء آتی ہیں جن میں لفظ کا حکم متنوع ہوتا ہے، خط کی وضع متنوع نہیں ہوتی۔ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بیان کیا جب نبی کریم ﷺ نے اپنی عورتوں سے علیحدگی اختیار کی (1)۔ حضرت عمر نے کہا: میں مسجد میں داخل ہو گیا تو لوگ زمین پر کنکریاں مار رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے: رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ یہ حکم حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ میں نے کہا: آج میں ضرور جانوں گا۔ میں حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس گیا، میں نے کہا: اے ابوبکر کی بیٹی! کیا تجھے اپنے عمل کے بارے میں یہ خبر پہنچی ہے کہ تو رسول اللہ ﷺ کو اذیت دیتی ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا: اے ابن خطاب! تیرا مجھ سے کیا واسطہ! تجھے اپنی بیٹی کی خبر لینی چاہیے۔ حضرت عمر نے کہا: میں حضرت حفصہ کے پاس گیا۔ میں نے اس سے کہا: اے حفصہ! کیا تجھے اپنے عمل کے بارے میں یہ خبر پہنچی ہے کہ تو رسول اللہ ﷺ کو اذیت دیتی ہے۔ اللہ کی قسم! تو خوب جانتی ہے کہ رسول اللہ تجھ سے محبت نہیں کرتے۔ اگر میں نہ ہوتا تو آپ ﷺ تجھے طلاق دے دیتے۔ حضرت حفصہ بڑی شدت سے روئیں۔ میں نے اس سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟ حضرت حفصہ نے کہا: وہ اپنے چوبارہ میں ہیں۔ میں داخل ہوا تو میں رسول اللہ ﷺ کے غلام رباح کے پاس تھا جو چوبارہ کی دہلیز پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنی دونوں ٹانگیں اس لکڑی پر لٹکائے ہوئے تھا جس میں سوراخ کیا گیا تھا۔ یہ ایسی لکڑی تھی جس کے سہارے سے رسول اللہ ﷺ اوپر چڑھتے اور نیچے اترتے تھے۔ میں نے آواز دی: اے رباح! رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کی مجھے اجازت لے دو۔ رباح نے کمرہ کی طرف دیکھا، پھر میری طرف دیکھا اور کچھ بھی نہ کہا۔ پھر میں نے کہا: اے رباح! میرے لیے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کی اجازت طلب کرو۔ رباح نے کمرے کی طرف دیکھا، پھر میری طرف دیکھا اور کچھ بھی نہ کہا۔ پھر میں نے بلند آواز سے کہا: اے رباح! میرے لیے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کی اجازت طلب کرو۔ میں گمان کرتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے

1۔ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، بیان ان تخییر امرأته لا یکون طلاقاً إلا بالنیة، جلد 1، صفحہ 480-481

خیال فرمایا: میں حضرت حفصہ کے مسئلہ میں بات کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ الله کی قسم! اگر رسول الله مجھے حفصہ کی گردن اڑانے کا حکم دیتے تو میں اس کی گردن اڑا دیتا۔ میں نے اپنی آواز کو بلند کیا۔ رباح نے مجھے اشارہ کیا کہ میں اوپر آ جاؤں۔ میں رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا جبکہ آپ چٹائی پر پہلو کے بل لیٹے ہوئے تھے۔ میں بیٹھ گیا۔ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تہبند کو درست کیا جبکہ آپ کے جسم پر کوئی اور کپڑا نہ تھا جبکہ چٹائی آپ کے پہلو پر نشان چھوڑ گئی تھی۔ میں نے رسول الله کے کمرے میں نظر دوڑائی تو وہاں صاع بھر جو پڑے تھے اور کمرہ کی ایک جانب اتنے ہی قرظ درخت کے پتے تھے اور ایسا چمڑہ لٹکا ہوا تھا جس کی دباغت مکمل نہ ہو۔ حضرت عمر نے کہا: میری آنکھوں سے جلدی آنسو رواں ہو گئے۔ فرمایا: ''اے ابن خطاب! تجھے کیا چیز رلاتی ہے؟'' میں نے عرض کی: اے الله کے نبی! میں کیوں نہ روؤں؟ اس چٹائی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں نشان چھوڑے ہیں اور یہ کمرہ، میں اس میں دیکھتا ہوں جو کچھ دیکھتا ہوں وہ قیصر و کسریٰ پھلوں اور نہروں میں رہتے ہیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم الله کے رسول ہیں، اس کے چنے ہوئے ہیں اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کل جمع پونجی ہے۔ فرمایا: ''اے ابن خطاب! کیا تو اس پر راضی نہیں کہ ہمارے لیے آخرت ہو اور ان کے لیے دنیا ہو''۔ میں نے عرض کی: کیوں نہیں۔ کہا: جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ میں غصہ و غضب کے آثار دیکھے تھے۔ میں نے عرض کی: یا رسول الله! عورتوں کے معاملہ میں کیا چیز آپ کو پریشان کرتی ہے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلاق دے دی ہے تو الله تعالیٰ، فرشتے، جبریل، میکائیل، میں، ابوبکر اور مومنین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ میں الله تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں میں نے بہت ہی کم گفتگو کی مگر میں امید رکھتا تھا کہ الله تعالیٰ میرے قول کی تصدیق فرمائے گا تو یہ آیت اور آیت تخییر نازل ہوئی:

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ (التحریم: 5) وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ ۝ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ دوسری ازواج مطہرات کے خلاف باہم تعاون کیا کرتی تھیں۔ میں نے عرض کی: یا رسول الله! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ فرمایا: ''نہیں''۔ میں نے عرض کی: یا رسول الله! میں مسجد میں داخل ہوا جبکہ لوگ کنکریاں زمین پر مار رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے: رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ کیا میں نیچے اتروں اور انہیں خبر دوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلاق نہیں دی؟ فرمایا: ''ہاں اگر تو چاہے''۔ میں لگاتار آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ غصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے دور ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک ظاہر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک سب سے حسین تھے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اترے اور میں بھی نیچے اترا۔ میں نیچے اترا جبکہ اس لکڑی کا سہارا لے رہا تھا اور رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اترے گویا آپ زمین پر چل رہے ہوں۔ آپ اس کے ساتھ ہاتھ کا سہارا نہیں لے رہے تھے۔ میں نے عرض کی: یا رسول الله! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمرہ میں انتیس دن رہے۔ فرمایا: مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے۔ میں مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو گیا تو میں نے بلند آواز سے ندا دی: رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی اور یہ آیت نازل ہوئی: وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ

الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (النساء:83) میں وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے اس امر کا استنباط کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے آیت تخییر کو نازل فرمایا۔

وَ جِبْرِيْلُ اس میں کئی لغتیں ہیں جس کا ذکر سورۂ بقرہ میں ہو چکا ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ اس کا عطف مَوْلٰىهُ پر ہو معنی ہوگا اللہ تعالیٰ اس کا ولی ہے اور جبریل اس کا ولی ہے۔ مَوْلٰىهُ پر وقف نہیں کیا جائے گا جِبْرِيْلُ پر وقف ہوگا۔ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ مبتدا ہے اور الْمَلٰٓىِٕكَةُ کا اس پر عطف ہے اور ظَهِيْرٌ اس کی خبر ہے اور جمع کے معنی میں ہے۔ صالح المومنین سے مراد حضرت ابوبکر صدیق ہیں؛ یہ مسیب بن شریک کا قول ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا: مراد حضرت عمر ہیں۔ عکرمہ نے کہا: حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق ہیں۔ شقیق نے حضرت عبداللہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آیت میں صالح المومنین سے مراد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے۔ مراد حضرت علی شیر خدا ہیں۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ''صالح المومنین سے مراد حضرت علی شیر خدا ہیں''۔ اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ جِبْرِيْلُ مبتدا ہو مابعد اس کا معطوف ہو اور خبر ظَهِيْرٌ ہو۔ یہ جمع کے معنی میں ہو۔ اس تعبیر کی بنا پر مَوْلٰىهُ پر وقف ہوگا اور وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ مبتدا اور خبر ہو اور ظَهِيْرٌ کا معنی مددگار ہو، یہ ظہراء کے معنی میں ہو جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَحَسُنَ اُولٰٓىِٕكَ رَفِيْقًا (النساء) ابوعلی نے کہا: فعیل کا وزن کثرت کے لیے استعمال ہوا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ (المعارج) ایک قول یہ کیا گیا ہے: دونوں ازواج کا باہمی تعاون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نفقہ کے مطالبہ میں تھا، اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک الگ رہنے کی قسم اٹھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم الگ رہے۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (1)۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے۔ آپ رسول اللہ کی بارگاہ میں حاضری کی اجازت چاہتے تھے۔ آپ نے لوگوں کو پایا کہ وہ دروازے پر بیٹھے ہوئے ہیں کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں مل رہی۔ حضرت ابوبکر صدیق کو اجازت ملی تو وہ داخل ہو گئے، پھر حضرت عمر حاضر ہوئے۔ انہوں نے اجازت لی تو آپ کو بھی اجازت دے دی گئی۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا کہ آپ کی ازواج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد خاموش بیٹھی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ضرور ایسی بات کروں گا جس کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسا دوں گا۔ عرض کی: یا رسول اللہ! اگر بنت خارجہ مجھ سے نفقہ کا مطالبہ کرتی تو میں اس کی طرف اٹھتا تو میں اس کی گردن دبوچ لیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے۔ فرمایا: ''یہ میرے ارد گرد جمع ہیں جس طرح تم دیکھتے ہو یہ مجھ سے نفقہ کا سوال کرتی ہیں''۔ حضرت ابوبکر صدیق حضرت عائشہ کی طرف اٹھے تاکہ اس کی گردن دبا دیں۔ حضرت عمر حضرت حفصہ کی گردن دبانے کے لیے اٹھے۔ دونوں کہہ رہے تھے: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چیز کا مطالبہ کرتی ہو جو ان کے پاس نہیں۔ سب نے عرض کی: اللہ کی قسم! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی بھی کسی ایسی چیز کا سوال نہیں کریں گی جو ان کے پاس نہ ہو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتیس دن تک ان سے الگ تھلگ رہے، پھر یہ

1۔ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، بیان ان تخیر امرتہ لا یکون طلاقاً الا بالنیۃ، جلد 1، صفحہ 480

آیت نازل ہوئی یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا۝ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا۝ (الاحزاب) میں اس کا ذکر ہے۔

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓىٕحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا۝۵

"کچھ بعید نہیں کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم سب کو طلاق دے دیں تو آپ کا رب تمہارے عوض آپ کو ایسی بیبیاں عطا فرمادے جو تم سے بہتر ہوں گی پکی مسلمان، ایمان والیاں، فرمانبردار، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار، روزہ دار، کچھ پہلے بیاہیاں اور کچھ کنواریاں"۔

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی جیسی گزارش حضرت عمر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کی تھی۔ پھر یہ کہا گیا: عَسٰى کا لفظ قرآن حکیم میں جہاں بھی واقع ہوا ہے اس کا معنی ہے واجب ہے۔ مگر ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا معنی بھی واجب ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے شرط کے ساتھ معلق کیا ہے جو طلاق دینا ہے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلاق نہ دی۔

اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ کیونکہ اگر تم ان سے بہتر ہوتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں طلاق نہ دیتے؛ یہ سدی نے معنی کیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسول اللہ کے لیے وعدہ ہے۔ اگر آپ انہیں دنیا میں طلاق دے دیں تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنے رسول کی شادی ان سے بہتر عورتوں سے کردے گا۔ اَنْ یُّبْدِلَهٗ کو شدید اور تخفیف کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ تبدیل اور ابدال کا معنی ایک ہے جس طرح تنزیل اور انزال کا معنی ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دیں گے لیکن اپنی قدرت کے بارے میں خبر دی کہ رسول اللہ نے طلاق دے دی تو اللہ تعالیٰ آپ کو ان سے بہتر بیویاں دے دے گا۔ مقصد انہیں ڈرانا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف اشارہ ہے: وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ (محمد: 38) اس آیت میں بھی قدرت کے بارے میں خبر دی اور انہیں ڈرایا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایسے افراد بھی موجود ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے افضل تھے۔

مُسْلِمٰتٍ یعنی مخلص، یہ سعید بن جبیر نے کہا (1)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے امر کو تسلیم کرنے والیاں ہیں (2)۔ مُّؤْمِنٰتٍ انہیں جو حکم دیا جائے یا جس امر سے نہی کی جائے اس کی تصدیق کرنے والیاں ہیں۔ قٰنِتٰتٍ اطاعت کرنے والیاں ہیں۔ قنوت کا معنی اطاعت ہے۔ یہ بحث پہلے گزر چکی ہے۔ تٰٓىٕبٰتٍ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والیاں ہیں؛ یہ سدی کا قول ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کی طرف رجوع کرنے والیاں اور اپنی پسند کی چیزوں کو چھوڑنے والیاں۔ عٰبِدٰتٍ اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ عبادت کرنے والیاں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 41
2۔ ایضاً

نے کہا: قرآن میں جہاں بھی لفظ عبادت کا ذکر ہے اس سے مراد توحید ہے۔ سٰٓىِٕحٰتٍ روزے دار؛ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت حسن بصری اور ابن جبیر کا قول ہے۔ زید بن اسلم، ان کے بیٹے عبدالرحمن اور یمان نے کہا: مراد ہے ہجرت کرنے والیں۔ زید نے کہا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سیاحت ہجرت ہی ہے۔ سیاحتہ سے مراد زمین میں گھومنا پھرنا ہے۔ فراء، قتبی اور دوسرے علماء نے کہا: روزے دار کو سائح کہتے کیونکہ سائح کا زادِ راہ نہیں ہوتا جہاں سے وہ کھانا پاتا ہے کھالیتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا: وہ اللہ تعالیٰ کی طاعت میں دور تک جانے والیاں ہیں۔ یہ ساح الماء سے مشتق ہے جس کا معنی ہے پانی چلا گیا۔ سورۂ برأت میں یہ بحث گزر چکی ہے۔ الحمدللہ

ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا۝ ان میں سے کچھ ثیبہ ہوں گی اور کچھ باکرہ ہوں گی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: شادی شدہ کو ثیبہ کا نام دیا گیا ہے کیونکہ وہ اپنے خاوند کی طرف لوٹنے والی ہے(1)۔ اگر وہ اس کے پاس رہتی یا دوسرے خاوند کی طرف لوٹنے والی ہے اگر وہ اس سے جدا ہو۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: کیونکہ وہ اپنے والدین کے گھر کی طرف لوٹنے والی ہے یہ قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ ہر شادی شدہ خاوند کی طرف لوٹنے والی نہیں ہوتی۔ جہاں تک بکر کا تعلق ہے وہ کنواری ہے۔ اسے بکر کا نام دیا گیا ہے کیونکہ وہ پہلی والی حالت پر ہوتی ہے جس پر اسے پیدا کیا گیا ہوتا ہے۔ کلبی نے کہا: ثیب سے مراد حضرت آسیہ ہے جو فرعون کی بیوی تھی اور بکر سے مراد حضرت مریم ہے جو عمران کی بیٹی تھی (2)۔

میں کہتا ہوں: یہ اس آدمی کے قول پر تعبیر ہوگی جو یہ کہتا ہے: بے شک تبدیلی اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی کے لیے وعدہ ہے۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان بیویوں کو دنیا میں طلاق دے دیتے تو اللہ تعالیٰ آخرت میں آپ کی زوجیت میں ان سے بہتر عورتیں دے دے گا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۝

''اے ایمان والو! تم بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے اس پر ایسے فرشتے مقرر ہیں جو بڑے تندخو سخت مزاج ہیں نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جس کا اس نے انہیں حکم دیا ہے اور فوراً بجالاتے ہیں جو ارشاد انہیں فرمایا جاتا ہے''۔

انسان کا اپنی ذات اور اپنے اہل کو آگ سے بچانا

اس میں ایک ہی مسئلہ ہے۔ وہ انسان کا اپنی ذات اور اپنے اہل کو آگ سے بچانا۔ ضحاک نے کہا: اس کا معنی ہے اپنے نفسوں کو بچاؤ جبکہ تمہارے اہل اپنے نفوس کو آگ سے بچائیں (3)۔ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے: اپنے نفسوں کو بچاؤ اور اپنے گھر والوں کو ذکر اور دعا کا حکم دو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے انہیں بچائے۔

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 42 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 44

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے کہا اور مجاہد و قتادہ نے کہا: اپنے نفوس کو اپنے افعال اور اپنے اہل کو وصیت کے ذریعے بچاؤ۔ ابن عربی نے کہا: یہی قول صحیح ہے (1)۔ وہ معنی جو عطف عطا کرتا ہے جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان اشتراک کا تقاضا کرتا ہے وہ فعل کے معنی میں ہے جس طرح یہ قول ہے: علفتُھا تبنًا و ماءً باردًا یہ اصل میں علفتھا تبنا و شربتُھا ماءً باردًا جس طرح یہ قول ہے: ورأیت زوجك فی الوغی متقلدًا سیفًا و رمحًا (٭) آدمی پر ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس کی اصلاح طاعت کے ساتھ کرے اور اپنے اہل کی اصلاح اس طرح کرے جس طرح حاکم اپنی رعیت کی اصلاح کرتا ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کُلّکم راعٍ و کُلّکم مسئولٌ عن رعیته فالامام الذی علی الناس راعٍ وھو مسئول عنھم والرجل راعٍ علی أھل بیته وھو مسئول عنھم تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا حاکم جو لوگوں پر امیر ہے وہ ان کا نگہبان ہے اس سے لوگوں کے بارے میں پوچھ جائے گا۔ آدمی اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اس سے گھر والوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ حضرت حسن بصری نے اس آیت کی تعبیر یوں کی: وہ انہیں اچھائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے۔ بعض علماء نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اس میں اولاد بھی داخل ہے کیونکہ اولاد اس کا بعض ہوا کرتی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں داخل ہے: وَلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ (النور: 61) باقی رشتہ داروں کی طرح ان کا الگ ذکر نہیں کیا۔ وہ انہیں حلال و حرام کی تعلیم دے، معاصی اور گناہوں سے بچائے، اس کے علاوہ جو دوسرے احکام ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بچے کا باپ پر یہ حق ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے، اسے لکھنا سکھائے اور جب بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کردے“۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”والد اپنی اولاد کو اچھے آداب سے بہتر کوئی چیز نہیں دیتا“ (2)۔

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ دادا سے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں، فرمایا: ”اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب ان کی عمر سات سال کی ہو جائے، انہیں مارو جب ان کی عمر دس سال کی ہو جائے ان کے بستر الگ کردو“۔ اس روایت کو محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ یہ ابو داؤد کے الفاظ ہیں۔ حضرت سمرہ بن جندب سے بھی یہ روایت مروی ہے نبی کریم ﷺ سے مروی ہے: ”بچے کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کا ہو جائے، جب دس سال کا ہو جائے تو نماز میں کوتاہی کرنے پر اسے مارو“۔ اسی طرح وہ اپنے گھر والوں کو نماز کے وقت، روزوں کے واجب ہونے اور روزہ کے افطار کے وجوب کے بارے میں بتائے جب وہ امر ثابت ہو جائے جبکہ یہ رؤیت بلال کی طرف منسوب ہے۔

امام مسلم نے روایت کی ہے نبی کریم ﷺ جب تہجد کی نماز ادا فرماتے تو ارشاد فرماتے: ”یا عائشہ! تم نماز پڑھو“ (3)۔ روایت بیان کی گئی ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھا، اس نے نماز پڑھی

1۔ احکام القرآن، جلد 4، صفحہ 1852 2۔ المستدرک للحاکم، کتاب الادب، فصل تادیب الاولاد، جلد 4، صفحہ 263

3۔ صحیح مسلم، کتاب المسافرین، صلوۃ اللیل وعدد رکعات النبی فی اللیل، جلد 1، صفحہ 255

٭ میں نے تیرے خاوند کو جنگ میں تلوار اور نیزے سے آراستہ دیکھا۔

اور اس نے اپنے اہل کو جگایا اگر وہ نہ جاگے تو اس نے اس کے چہرے پر پانی کا چھینٹا مارا۔ اللہ تعالیٰ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھی، نماز پڑھی اور اپنے خاوند کو جگایا جب وہ نہ اٹھے تو اس نے خاوند کے منہ پر پانی کا چھینٹا مارا"۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "گھر والوں کو بیدار کرو"(1)۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى (المائدہ:2) کے عموم کے تحت یہ داخل ہے۔ قشیری نے ذکر کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم اپنے نفوس کو بچاتے ہیں تو ہم اپنے گھر والوں کو کیسے بچائیں؟ فرمایا: "تم انہیں ایسی چیزوں سے منع کرو جن سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں منع کیا ہے اور تم انہیں ایسی باتوں کا حکم دو جن کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے"۔ مقاتل نے کہا: یہ اس پر اس کی ذات، اولاد، اہل، غلاموں اور باندیوں کے بارے میں اس کا حق ہے۔ الکیا نے کہا: ہم پر یہ فرض ہے کہ ہم اپنی اولادوں اور اپنے اہل کو دینی اور خیر کی تعلیم دیں اور ایسے آداب کی تعلیم دیں جس سے اعراض کی کوئی صورت نہ ہو، وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا (طٰہٰ:132) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ سے ارشاد فرمایا: وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ (الشعراء) حدیث طیبہ میں ہے: مُرُوْهم بالصلوة وهم أبناء سبع بچوں کو نماز کا حکم دو جبکہ وہ سات سال کے ہوں۔ وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ اس بارے میں گفتگو سورۃ البقرہ میں گزر چکی ہے۔ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ یعنی فرشتے جو زبانیہ ہیں وہ سخت دل ہیں جب ان سے رحم طلب کیا جائے تو وہ رحم نہیں کرتے۔ وہ غضب سے پیدا کیے گئے ہیں۔ مخلوق کو عذاب دینا ان کو محبوب ہے جس طرح انسانوں کے لیے کھانا، کھانا اور مشروب پینا محبوب ہے۔ شِدَادٌ وہ بدن کے سخت ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: گفتگو میں سخت اور افعال میں شدید ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: جب وہ جہنمیوں کو پکڑتے ہیں تو اس وقت سخت اور ان پر شدید ہوتے ہیں، یہ جملہ بولا جاتا ہے: فلان شدید علی فلان وہ اس پر قوی ہے۔ مختلف قسم کے عذاب میں انہیں عذاب دیتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: غلاظ سے مراد جسموں کا بھاری بھر کم ہونا ہے اور شدۃ سے مراد قوت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ان میں سے ایک کے دو کندھوں کے درمیان ایک سال کی مسافت ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک کی طاقت کا یہ عالم ہے کہ وہ ایک ہنٹر مارے گا تو اس ایک ضرب سے ستر ہزار انسانوں کو جہنم کی گہرائی میں پھینک دے گا۔ ابن وہب نے ذکر کیا ہے ہمیں عبد الرحمان بن زید نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جہنم کے داروغوں کے بارے میں کہا: ان میں سے ایک کے دو کندھوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے(2)۔ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وہ اللہ تعالیٰ کے امر کی مخالفت نہیں کرتے نہ اس میں زیادتی کرتی ہیں اور نہ کمی کرتے ہیں۔ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ وہ اسی وقت اس کو بجالاتے ہیں جس میں انہیں حکم دیا جاتا ہے نہ اس میں تاخیر کرتے ہیں اور نہ ہی اس میں تقدیم کرتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانے میں انہیں لذت حاصل ہوتی ہے جس طرح جنتی کو سرور جنت میں رہنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ بعض معتزلہ نے اس کا ذکر کیا ہے ان کے نزدیک یہ ہے کہ قیامت میں کسی امر کا مکلف بنانا محال ہے۔ اہل حق کا اعتقاد مخفی نہیں کہ اللہ تعالیٰ آج (دنیا) اور کل (آخرت) میں مکلف بنا سکتا ہے اور فرشتوں

1۔ احکام القرآن، جلد 4، صفحہ 1853 2۔ کتاب التذکرہ، ماجاء فی عظم جہنم، جلد 2، صفحہ 520

کے حق میں مکلف بنانے کا انکار نہیں کیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ کو حق حاصل ہے کہ جو چاہے کرے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۖ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

''اے کفار! آج بہانہ نہ بناؤ تمہیں اسی کا بدلہ ملے گا جو (کرتوت) تم کیا کرتے تھے''۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ تمہاری معذرت کوئی نفع نہیں دیتی۔ یہ تمہی مایوسی کو ثابت کرنے کے لیے ہے۔ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ تم دنیا میں جو کچھ عمل کرتے رہے ہو اس کا تمہیں بدلہ دیا جائے گا؛ اس کی مثل

فَيَوْمَئِذٍ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ۝ (الروم)

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ ۖ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

''اے ایمان والو! اللہ کی جناب میں سچے دل سے توبہ کرو۔ امید ہے تمہارا رب دور کر دے گا تم سے تمہاری برائیاں اور تمہیں داخل کر دے گا ایسے باغات میں جن میں نہریں بہہ رہی ہوں گی اس روز رسوا نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ (اپنے) نبی کو اور ان لوگوں کو جو آپ کے ساتھ ایمان لائے (اس روز) ان کا نور ایمان دوڑتا ہوگا ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں جانب وہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! مکمل فرما دے ہمارے لیے ہمارا نور اور بخش دے ہمیں، بے شک تو اس چیز پر پوری طرح قادر ہے''۔

اس میں دو مسائل ہیں:

توبۂ نصوحاً سے کیا مراد ہے؟

مسئلہ نمبر 1۔ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ توبہ کا حکم ہے یہ ہر حال اور ہر زمانہ میں اہل ایمان پر فرض ہے اس کا بیان اور اس کے بارے میں گفتگو سورۂ نساء میں گزر چکی ہے۔

تَوْبَةً نَصُوحًا علماء اور اصحاب قلوب نے توبہ نصوح میں اختلاف کیا ہے۔ اس کے بارے میں تیئیس قول ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ ایسی توبہ ہے (1) جس کے بعد گناہ کی طرف رجوع نہیں ہوتا جس طرح دودھ کھیری میں دوبارہ نہیں لوٹتا۔ حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم نے اسے مرفوع نقل کیا ہے۔ قتادہ نے کہا: نصوح سے مراد سچی اور خالص توبہ ہے (2)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد خالص توبہ ہے۔ یہ جملہ بولا جاتا ہے: نصحہ یعنی اس کے لیے قول کو خالص کیا۔ حضرت حسن بصری نے کہا: نصوح یہ ہے وہ گناہ جسے وہ پسند کرتا تھا اس سے

1۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 416 2۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 45

بغض کرے اور جب اسے یاد آ جائے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ ایسی توبہ ہے جس کے قبول ہونے کا اسے اعتماد نہ ہو اور وہ ڈرتا ہی رہے (1)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ ایسی توبہ ہے جس کے ساتھ وہ توبہ کا محتاج نہیں رہتا۔ کلبی نے کہا: توبہ نصوح یہ ہے وہ دل سے شرمندگی کا اظہار کرے، وہ زبان سے استغفار کرے اور گناہ کا قلع قمع کرے اور اسے اطمینان ہو کہ وہ دوبارہ اس طرح نہیں کرے گا۔ سعید بن جبیر نے کہا: اس سے مراد مقبول توبہ ہے اور توبہ اس وقت تک مقبول نہیں ہوتی جب تک اس میں تین شرطیں نہ ہوں۔ (۱) یہ خوف کہ توبہ قبول نہ ہوگی۔ (۲) یہ امید کہ توبہ قبول ہو جائے گی۔ (۳) طاعات پر مواظبت اختیار کرنا۔ حضرت سعید بن مسیب نے کہا: ایسی توبہ جس کے ساتھ تم اپنے نفوس کو نصیحت کرتے ہو (2)۔ قرظی نے کہا: چار چیزیں ان کو جامع ہیں۔ (۱) زبان سے استغفار، (۲) بدن کے ساتھ قلع قمع کرنا۔ (۳) دل میں یہ چیز رکھنا کہ دوبارہ ایسی غلطی نہیں کرے گا۔ (۴) برے دوستوں کو چھوڑنا۔ سفیان ثوری نے کہا: توبۃ نصوح کی علامتیں چار ہیں۔ قلت، علت، ذلت اور غربت۔ فضیل بن عیاض نے کہا: یہ توبہ ایسی ہے کہ گناہ آنکھوں کے سامنے ہو وہ ہمیشہ اسے دیکھتا ہی رہے، اسی کی مثل ابن سماک سے مروی ہے توبہ نصوح یہ ہے کہ تو اس گناہ کو اپنے سامنے رکھے جس میں تو نے حیا میں کمی کی اور اپنی آخرت کے لیے تیاری کرے۔ ابوبکر وراق نے کہا: اس سے مراد ہے وہ زمین جو وسیع و عریض ہے وہ تجھ پر تنگ ہو جائے اور تیرا نفس بھی تجھ پر تنگ ہو جائے جس طرح وہ تین صحابہ کرام جو غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔ ابوبکر واسطی نے کہا: یہ ایسی توبہ ہے جو کسی غرض کے فوت ہونے کی وجہ سے نہیں کیونکہ جو دنیا میں اپنی ذاتی منفعت کے لیے گناہ کرتا ہے پھر آخرت میں ذاتی منفعت کے لیے توبہ کرتا ہے تو اس کی توبہ اپنی ذات کے لیے ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے تو نہیں۔ ابوبکر دقاق مصری نے کہا: توبہ نصوح سے مراد جو حق کسی کا دینا ہو اسے واپس کرنا، کسی کا دعویٰ ہو اسے معاف کرنا اور ہمیشہ طاعات کرنا۔ رویم نے کہا: وہ یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے روبرو رہے، اس کی طرف پشت نہ کرے جس طرح معصیت کے وقت تو اس کی طرف پشت کیے ہوئے تھا اس کی طرف منہ کرنے والا نہیں تھا۔ ذوالنون مصری نے کہا: توبۃ نصوح کی علامتیں تین ہیں۔ کم گفتگو، کم کھانا اور کم سونا۔ شقیق نے کہا: وہ اپنے نفس کو بہت زیادہ ملامت کرے اور شرمندگی سے جدا نہ ہو تا کہ آفات سے سلامتی کے ساتھ نجات پا جائے۔ سری سقطی نے کہا: توبہ نصوح اس وقت تک درست نہیں ہوتی جب تک وہ نفس اور مومنوں کے لیے مخلص نہیں ہوتا کیونکہ جو توبہ کو اپنا ساتھی بناتا ہے وہ پسند کرتا ہے کہ لوگ اس کی مثل ہو جائیں۔ جنید نے کہا: توبہ نصوح یہ ہے کہ وہ گناہ بھول جائے وہ اسے کبھی بھی یاد نہ کرے کیونکہ جس کی توبہ صحیح ہو جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا ہو جاتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کو بھول جاتا ہے۔ ذوالاذنین نے کہا: جس کے آنسو لگاتار بہتے رہیں اور سرکشیوں سے اس کا دل دور بھاگتا ہو۔ فتح موصلی نے کہا: اس کی علامتیں تین ہیں۔ خواہش نفس کی مخالفت، زیادہ رونا، بھوک اور پیاس برداشت کرنا۔ سہل بن عبداللہ تستری نے کہا: یہ اہل سنت و جماعت کی توبہ ہے کیونکہ بدعتی کی کوئی توبہ نہیں۔ اس کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: "اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی پر پردہ ڈال دیا ہے کہ وہ توبہ کرے"۔ حذیفہ

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 45 2۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 416

سے مروی ہے: کسی بندے کے لیے یہی برائی کافی ہے کہ وہ گناہ سے توبہ کرے پھر اس میں جا واقع ہو۔ توبہ نصوح کا اصل معنی خالص ہونا ہے۔ یہ جملہ کہا جاتا ہے: ھذا عسل ناصح جب شہد گوند سے خالص ہو۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ نصاحہ سے ماخوذ ہے(1) جس کا معنی سینا ہے۔ اس سے اخذ کرنے کی دو وجہیں ہیں۔ ا۔ یہ ایسی توبہ ہے جو توبہ کرنے والی کی طاعت کو پختہ کر دیتی ہے جس طرح درزی سینے کے ساتھ کپڑے کو پختہ کرتا ہے اور مضبوط بناتا ہے۔ (۲) اس توبہ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے اولیاء کو جمع کر دیا اور ان کو باہم وابستہ کر دیا ہے جس طرح درزی کپڑے کو جمع کرتا ہے اور بعض کو بعض سے جوڑ دیتا ہے۔ عام قرأت نَصُوْحًا ہے کہ یہ توبہ کی صفت ہے جس طرح امراۃ صبور ہے بہت زیادہ صبر کرنے والی عورت۔ یہ ایسی توبہ ہے جو خالص ہونے میں انتہا تک پہنچنے والی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ جائز ہے کہ نصوحا، نصح کی جمع ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مصدر ہے یہ جملہ کہا جاتا ہے: نصح نصاحۃ و نصوحا بعض اوقات فعالۃ اور فعول ایک ہی فعل کے مصدر میں جمع ہو جاتے ہیں جس طرح ذھاب اور ذھوب ہے۔ مبرد نے کہا: ایسی توبہ مراد ہے جو نصح والی ہے یہ جملہ بولا جاتا ہے: نصحتُ نصحًا و نصاحۃً و نصوحًا۔

گناہوں سے توبہ کیسے ہوگی؟

مسئلہ نمبر 2۔ وہ اشیاء جن سے توبہ کی جاتی ہے اور ان سے کیسے توبہ کی جاتی ہے؟ علماء نے کہا: وہ عمل جس سے توبہ ہوتی ہے وہ اس حالت سے خالی نہ ہوگی یا تو وہ اللہ تعالیٰ کا حق ہوگا یا بندوں کا حق ہوگا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا حق ہو جس طرح نماز کو ترک کرنا اس سے توبہ اس وقت تک درست نہ ہوگی جب تک شرمندگی کے ساتھ اس شے کی قضا ملی ہوئی نہ ہو جو عمل فوت ہوا۔ یہی صورتحال ہوگی جب روزہ ترک کیا جائے یا زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کی جائے۔ اگر وہ ناحق کسی انسان کا قتل ہو۔ اگر قصاص اس پر لازم آتا ہے اور وہ قصاص میں مطلوب ہے تو وہ قصاص لینے کا موقع دے۔ اگر وہ جھوٹی تہمت ہے جو حد کو واجب کرتی ہے تو وہ اپنی پیٹھ کوڑوں کے لیے پیش کرے، اگر وہ مطلوب ہو۔ اگر اسے معاف کرا لیا جائے تو شرمندگی اور اخلاص کے ساتھ دوبارہ ایسا کام نہ کرنے کا پختہ عزم کافی ہوگا، اسی طرح اگر قتل کی صورت میں مال کے ذریعے معاف کیا جائے تو اس پر مال لازم ہوگا۔ اگر وہ مال پاتا ہے تو مال ادا کر دے؛ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ (البقرۃ: 178) اگر وہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ہو، کوئی بھی ہو جب وہ صحیح شرمندگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرے گا تو وہ اس بندے کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امر کے بارے میں واضح حکم دیا کہ ڈاکو جب پکڑے جانے سے قبل توبہ کر لیں تو ان سے حد ساقط ہو جائے گی۔ اس میں یہ دلیل موجود ہے کہ اگر وہ پکڑے جانے کے بعد توبہ کریں تو ان سے حد ساقط نہ ہوگی، جس طرح اس کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔ اسی طرح شراب نوشی کرنے والے، چور اور زانی ہیں جب وہ اپنی اصلاح کر لیں، توبہ کریں اور ان سے یہ معروف بھی ہو، پھر انہیں امام کے سامنے پیش کیا جائے تو امام کے لیے مناسب نہیں کہ وہ ان پر حد جاری کرے۔ اگر انہیں امام کے سامنے پیش کیا

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 45

جائے تو وہ کہیں: ہم نے توبہ کرلی ہے۔ تو انہیں چھوڑا جائے گا۔ اس وقت ان کی حالت ان ڈاکوؤں جیسی ہوگی جن پر غلبہ پائے گا؛ یہ امام شافعی کا مذہب ہے۔

اگر گناہ ایسا ہے جو بندوں پر ظلم کرنے سے تعلق رکھتا ہے تو اس سے توبہ اس وقت تک درست نہ ہوگی جب تک وہ چیز مالک کو نہ لوٹا دے اور خود اس سے الگ تھلگ ہو جائے، وہ عینی چیز ہو یا کوئی اور چیز ہو اگر وہ اس کو واپس کرنے پر قادر ہو۔ اگر وہ اس پر قادر نہ ہو تو اس کا پختہ عزم ہو کہ جب وہ قادر ہو گا تو قریب ترین وقت میں اسے واپس کر دے گا۔ اگر وہ کسی مسلمان کو نقصان پہنچاتا ہے اور اس آدمی کو شعور نہیں یا نہیں جانتا کہ یہ مصیبت کہاں سے اس کے پاس آتی ہے تو اس آدمی سے اس ضرر کو دور کرے۔ پھر اس سے معافی کا سوال کرے اور یہ مطالبہ کرے کہ وہ آدمی اس کے حق میں بخشش کا طالب ہو۔ جب وہ آدمی اس کو معاف کر دے گا تو اس سے گناہ ساقط ہو جائے گا۔ اگر وہ ایسے آدمی کو بھیجے جو اس آدمی سے اس امر کا سوال کرے وہ مظلوم اس ظالم کو معاف کر دے وہ اسے ذاتی طور پر جانتا ہو یا نہ جانتا ہو تو پھر صحیح ہے۔ اگر ایک آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ زیادتی کرے اس طرح کہ ناحق اسے ڈرائے، تکلیف دے، اسے طمانچہ مارے، ناحق تھپڑ مارے، چھری مارے اور اسے درد پہنچائے پھر جو اس سے غلطی ہوئی تھی اس پر شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے معافی کا طلبگار ہو اور یہ پختہ عزم ہو کہ وہ دوبارہ ایسا نہیں کرے گا۔ وہ لگا تار اس کے سامنے عاجزی کا اظہار کرے یہاں تک اس مظلوم کا دل خوش ہو جائے کہ وہ اسے معاف کر دے تو اس سے یہ گناہ ساقط ہو جائے گا۔ یہی صورتحال ہوگی جب وہ ایسی گالی گلوچ نکالے جس پر کوئی حد نہ ہو۔

عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ، عسیٰ فعل کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف ہو تو یہ وجوب کے معنی میں ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بھی یہی معنی ہے: اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ (1) گناہ سے توبہ کرنے والا اس آدمی کی طرح ہے جس نے گناہ ہی نہ کیا ہو۔

وَ یُدْخِلَكُمْ اس کا عطف یُكَفِّرَ پر ہے۔ ابن ابی عبلہ نے ویدخلکم مجزوم پڑھا ہے یہ عسی ان یکفر کے محل پر معطوف ہے، گویا کلام یوں فرمائی: تم توبہ کرو یہ تمہاری سیئات کو مٹانے کا باعث ہوگی اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گی جن کے نیچے نہریں رواں ہوں گی۔

یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ یوم میں عامل یُدْخِلَكُمْ ہے یا فعل مضمر ہے۔ یہاں یخزی کا معنی یعذب ہے یعنی نہ نبی کو عذاب دے گا اور نہ ہی انہیں عذاب دے گا جو اس پر ایمان لائے۔

نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ بِاَیْمَانِهِمْ سورۃ الحدید میں یہ بحث پہلے گزر چکی ہے۔ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ حضرت ابن عباس، مجاہد اور دوسرے علماء نے کہا: یہ مومنوں کی اس وقت دعا ہوگی جب اللہ تعالیٰ منافقوں کے نور کو بجھا دے گا جس کی وضاحت سورۂ حدید میں گزر چکی ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ

1۔ سنن ابن ماجہ، باب ذکر التوبۃ، صفحہ 323

وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۞

''اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد جاری رکھو اور ان پر سختی کرو اور (آخرت میں) ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور لوٹ کر آنے کی بری جگہ ہے''۔

اس میں ایک ہی مسئلہ ہے:

وہ یہ کہ اللہ کے دین کے معاملہ میں سختی کی جائے

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ کفار کے ساتھ تلوار، وعظ و نصیحت اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے میں جہاد کریں اور منافقین کے ساتھ سختی کرنے اور حجت قائم کرنے میں جہاد کریں، ان پر آخرت کے احوال واضح کریں اور انہیں یہ بتائیں کہ ان کے لیے کوئی نور نہیں ہوگا جس کے ساتھ وہ پل صراط کو عبور کریں گے جبکہ مومنوں کے پاس نور ہوگا۔ حضرت حسن بصری نے کہا: ان پر حدود قائم کرنے میں جہاد کریں کیونکہ وہ ایسے کام کرتے تھے جو ان پر حدود کو واجب کرتے تھے اور حدود ان پر قائم کی جاتی تھیں (1)۔ **وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ** ضمیر دونوں قسموں یعنی کفار اور منافقین کی طرف لوٹ رہی ہے۔

وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۞ مصیر کا معنی لوٹنے کی جگہ ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ قِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۞

''بیان فرمائی ہے اللہ نے کفار کیلئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال، وہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر ان دونوں نے ان دونوں سے خیانت کی پس وہ دونوں (نبی ان کے شوہر) اللہ کے مقابلہ میں انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے اور انہیں حکم ملا: تم دونوں داخل ہونے والوں کے ساتھ دوزخ میں داخل ہو جاؤ''۔

اللہ تعالیٰ نے یہ مثال بیان فرمائی ہے اس امر پر آگاہ کرنے کے لیے کہ جب دو افراد دین میں مختلف ہوں گے تو کوئی قریبی رشتہ دار اپنے قریبی رشتہ دار کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا نام والہہ تھا (2) اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام والعہ تھا؛ یہ مقاتل کا قول ہے۔ ضحاک نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت جبرائیل امین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا نام واغلہ تھا اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام والہہ تھا۔

فَخَانَتٰهُمَا عکرمہ اور ضحاک نے کہا: یہاں خیانت سے مراد کفر ہے۔ سلیمان بن رقیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کہا کرتی تھی کہ حضرت نوح مجنون ہیں (3)۔ حضرت لوط علیہ السلام کی

1۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 177 2۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 47 3۔ تفسیر طبری، جز 28، صفحہ 190

بیوی لوگوں کو آپ علیہ السلام کے مہمانوں کے بارے میں بتاتی تھی۔ ان سے یہ بھی مروی ہے: کسی نبی کی بیوی نے کبھی بھی بدکاری نہیں کی۔ قشیری نے ذکر کیا ہے: اس پر مفسرین کا اجماع ہے، ان کی خیانت دین کے معاملہ میں تھی۔ وہ دونوں مشرک تھیں۔ ایک قول یہ کیا گیا: وہ دونوں منافق تھیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ان دونوں کی خیانت چغل خوری تھی۔ جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان دونوں انبیاء کی طرف وحی کی جاتی تو یہ دونوں مشرکوں پر اسے ظاہر کر دیتیں؛ یہ ضحاک کا قول ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا طریقہ یہ تھا جب کوئی مہمان آتا تو وہ دھواں دکھاتی تا کہ اس کی قوم کو معلوم ہو جائے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں مہمان آیا ہے کیونکہ مرد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے حضور بڑے محترم تھے اس کے باوجود ان کی بیویوں نے جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے لیے کچھ بھی فائدہ نہ دے سکے (1)۔ یہاں اس بات پر آگاہ کرنا مقصود ہے کہ عذاب کو طاقت کے ذریعے دور کیا جا سکتا ہے کسی اور ذریعہ سے دور نہیں کیا جا سکتا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: کفار مکہ نے استہزا کیا اور کہا: (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری سفارش کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے اس امر کو واضح کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کفار مکہ کو کچھ نفع نہ دے گی اگرچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی شفاعت ان کی بیوی کو کوئی نفع نہ دے گی اور حضرت لوط علیہ السلام کی شفاعت ان کی بیوی کو کوئی نفع نہ دے گی جبکہ وہ دونوں ان انبیاء کے قریبی تھیں۔ وہ ان دونوں کا کفر ہوگا۔ ان دونوں بیویوں کو کہا جائے گا کہ جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی جہنم میں داخل ہو جاؤ جس طرح کفار مکہ مکرمہ اور دوسرے کفار کو کہا جائے گا۔ پھر کہا جائے گا: یہ بھی جائز ہے کہ **امْرَاَتَ نُوْحٍ** یہ **مثلا** سے بدل ہو اور مضاف محذوف ہو، تقدیر کلام یہ ہوگی، ضرب اللہ مثلا مثل امراۃ نوح یہ بھی جائز ہے کہ دونوں مفعول ہوں۔

وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾

''اور اسی طرح اللہ نے اہل ایمان کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال پیش فرمائی جبکہ اس نے دعا مانگی: اے میرے رب! بنا دے میرے لیے اپنے پاس ایک گھر جنت میں اور بچا لے مجھے فرعون اور اس کے کافرانہ عمل سے اور مجھے اس ستم پیشہ قوم سے نجات دے''۔

وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ فرعون کی بیوی کا نام حضرت آسیہ بنت مزاحم تھا (2)۔ یحییٰ بن سلام نے کہا: یہ ارشاد ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس لیے بیان فرمائی جس کے ساتھ وہ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ کو خبردار کرنا چاہتا ہے جب انہوں نے ایک معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے خلاف باہم تعاون کیا تھا۔ پھر ان دونوں کے لیے فرعون کی بیوی اور حضرت مریم بنت عمران کی مثال بیان فرمائی۔ مقصود یہ تھا کہ دونوں ازواج مطہرات کو طاعت میں تمسک

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 47 2۔ ایضاً

اور دین پر ثابت قدم رہنے کی ترغیب دی جائے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس میں مومنوں کو سختی میں صبر کرنے پر برانگیختہ کیا جا رہا ہے یعنی تم شدت کے وقت صبر میں فرعون کی بیوی سے کمزور نہ ہو جاؤ جب اس نے فرعون کی اذیت پر صبر کیا تھا۔ حضرت آسیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئی تھیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پھوپھی تھی جو آپ پر ایمان لے آئی تھی۔ ابو العالیہ نے کہا: فرعون اپنی بیوی کے ایمان پر مطلع ہوا تو وہ اپنے سرداروں کے پاس آیا (1)۔ اس نے ان سے کہا: تم آسیہ بنت مزاحم کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو؟ سب نے اس کی تعریف کی۔ فرعون نے ان سے کہا: وہ تو میرے علاوہ کسی اور کی عبادت کرتی ہے۔ سب نے فرعون کو رائے دی: اسے قتل کر دو۔ فرعون نے اس کے لیے میخیں گاڑھیں اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے تو حضرت آسیہ نے یہ دعا کی: رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ اسی وقت فرعون آیا۔ جب حضرت آسیہ نے جنت میں اپنے گھر کو دیکھا تو وہ ہنس پڑیں تو فرعون نے کہا: کیا تم اس کے جنون سے متعجب نہیں ہوتے۔ ہم اسے سزا دے رہے ہیں جبکہ یہ ہنس رہی ہے تو اسی حالت میں اس کی روح قبض کر لی گئی۔ عثمان نہدی نے حضرت سلمان فارسی سے روایت نقل کی ہے: حضرت آسیہ کو سورج کی دھوپ میں اذیت دی جاتی تھی جب سورج کی دھوپ حضرت آسیہ کو اذیت دیتی تو فرشتے انہیں اپنے پروں سے سایہ کر لیتے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: دھوپ میں اس نے حضرت آسیہ کے ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں گاڑھ دیں اور ان کی پشت پر چکی رکھ دی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اوپر اٹھایا یہاں تک کہ حضرت آسیہ نے جنت میں اپنے مکان کو دیکھ لیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: جب حضرت آسیہ نے یہ دعا کی تو حضرت آسیہ کو وہ گھر دکھایا گیا جو جنت میں ان کے لیے بنایا گیا تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ موتی کا بنا ہوا ہے، یہ قول حضرت حسن بصری کا ہے۔ جب حضرت آسیہ نے التجا کی وَ نَجِّنِیْ تو اللہ تعالیٰ نے اسے عمدہ نجات عطا فرمائی (2)، اللہ تعالیٰ نے اسے جنت کی طرف اٹھا لیا۔ وہ کھاتی ہے، پیتی ہے اور نعمتوں سے لطف اندوز ہوتی ہے۔ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ عمل سے مراد کفر ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: عمل سے مراد عذاب، ظلم اور اس کا تکلیف پر خوش ہونا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: عمل سے مراد جماع ہے (3)۔ وَ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ کلبی نے کہا: قوم سے مراد اہل مصر ہیں۔ مقاتل نے کہا: مراد قبطی ہیں۔ حضرت حسن بصری اور کیسان نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اسے عزت والی نجات دی، اسے جنت کی طرف اٹھا لیا، وہ وہاں کھاتی ہے اور پیتی ہے۔

وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝

"اور (دوسری مثال) مریم دختر عمران کی ہے جس نے اپنے گوہر عصمت کو محفوظ رکھا تو ہم نے پھونک دی اس کے اندر اپنی طرف سے روح اور مریم نے تصدیق کی اپنے رب کی باتوں کی اور اس کی کتابوں کی اور وہ اللہ کے فرمانبرداروں میں سے تھی"۔

وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ اذکر فعل محذوف ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا عطف امراۃ فرعون پر ہے معنی ہے اللہ

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 47 2۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 177 3۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 48

تعالیٰ نے حضرت مریم بنت عمران کی مثال بیان کی اور یہودیوں کی اذیتوں پر انہیں صبر عطا کیا۔ الَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا یعنی جنہیں فحش اعمال سے محفوظ رکھا۔ مفسرین نے کہا: یہاں فرج سے مراد گریبان ہے(1) کیونکہ ارشاد فرمایا: فَنَفَخۡنَا فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِنَا حضرت جبریل امین نے ان کے گریبان میں پھونک ماری ان کی شرمگاہ میں پھونک نہیں ماری۔ یہ حضرت اُبی کی قرأت ہے فَنَفَخْنَا فِیْ جَیْبِهَا مِنْ رُوْحِنَا کپڑے میں جو بھی پھٹن ہو اس کو جیب کا نام دیا جاتا ہے۔ اس معنی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَ مَا لَهَا مِنۡ فُرُوۡجٍ ۞ (ق)۔ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت مریم نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا اور حضرت مریم کے گریبان میں حضرت جبریل نے پھونک ماری۔ فَنَفَخۡنَا کا معنی ہے ہم نے جبریل امین کو بھیجا تو حضرت جبریل امین نے ان کے گریبان میں پھونک ماری۔ مِنۡ رُّوۡحِنَا یعنی اپنی ارواح میں سے ایک روح۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح ہے اس کی وضاحت سورۂ نساء کے آخر میں گزر چکی ہے۔ الحمدللہ۔

وَ صَدَّقَتۡ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا عام قرأت صدقت تشدید کے ساتھ ہے حمید اور اموی نے وصدقت تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا سے مراد ہے کہ حضرت جبریل امین نے حضرت مریم سے کہا: اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّكِ (مریم:19) میں تیرے رب کا رسول ہوں۔ مقاتل نے کہا: کلمات سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام، یہ کہ وہ نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہیں یہ بحث بھی پہلے گزر چکی ہے۔ حضرت حسن بصری اور ابو العالیہ نے کہا: بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ ابو عمرو اور حفص نے عاصم سے وَ كُتُبِهٖ جمع کا صیغہ پڑھا ہے۔ ابو رجاء سے وَ كُتُبِهٖ تاء کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے(2) باقی قراء نے اسے واحد کتابہ پڑھا ہے مراد جنس ہے معنی ہوگا یہ کتاب جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا۔

وَ كَانَتۡ مِنَ الۡقٰنِتِیۡنَ ۞ یہ اطاعت گزاروں میں سے تھیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ ان نمازیوں میں سے تھی جو مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھتے ہیں۔ قانتات نہیں فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ قوم قانتین میں سے تھی۔ یہ جائز ہے کہ الۡقٰنِتِیۡنَ سے مراد ان کے ''اہل بیت'' ہوں کیونکہ وہ سب اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے تھے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ سے فرمایا جبکہ ان کی روح پرواز کر رہی تھی ''کیا تو اس بات کو ناپسند کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے بارے میں نازل فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ناپسندیدگی میں خیر رکھ دی ہے جب تو اپنی سوکنوں کے پاس جائے تو میری طرف سے انہیں سلام کہنا وہ حضرت مریم بنت عمران، حضرت آسیہ بنت مزاحم، حضرت کلیمہ یا حضرت حکیمہ بنت عمران جو حضرت موسیٰ بن عمران کی بہن ہیں''۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: یا رسول اللہ! تمہارا جوڑا املاء ہے بیٹے پیدا ہوں۔ قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تیرے لئے جہاں بھر کی عورتوں میں سے چار کافی ہیں حضرت مریم بنت عمران، حضرت خدیجہ بنت خویلد، حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا''(3)۔ اس بارے میں مفصل گفتگو سورۂ آل عمران میں گزر چکی ہے۔

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 48　　2۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 336

3۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 418۔ جامع ترمذی، باب فضل خدیجہ رضی اللہ عنہا، حدیث نمبر 3813، ضیاء القرآن پبلی کیشنز